دین اسلام اور ہندومت سے متعلقہ مذاہب کے مابین مشترکہ اخلاقی تعلیمات کا جائزہ

An Overview of the Common Moral Teachings Islam and Hinduism Based Religions

ڈاکٹر راشدہ پروین*

ڈاکٹر خدیجہ عزیز**

Abstract

The study of world religions makes it clear that after the basic teachings of every religion, which had came into being after the arrival of human beings in this world, the moral teachings have been given the utmost importance.

The improvement in the individual and collective life of people depends on moral education which gives them the feeling of an atmosphere of peace and tranquility in the world. The teachings of moral education also gives a sense of equality in a society in which everyone is assured of the protection of his/her rights and interests. Resultantly, in a society where the roots of "good morals" are strong, society never goes astray.

The importance of morality for the individual and collective life of human beings could be gauged by the fact that all religious leaders of the world teach their followers good morals and human rights. The moral teachings also help in distinguishing lawful, unlawful, good, and evil. The religious leaders forbid followers to do things that make them or their social life suffer in the wrong way.

Key Words: Islam, Hinduism, Moral Teachings, Human Rights.

*چیئرپرسن، شعبہ علوم اسلامیہ، ومن یونیورسٹی مردان۔

**اسسٹنٹ پروفیسر اینڈ چیئرپرسن ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو ومن یونیورسٹی، پشاور۔

لفظ "اخلاق" کے لغوی و اصطلاحی مفہوم

انسان کی فطری اور طبعی خصلت وعادت جس کا اظہار انسان بلا تکلف کرتا ہے اخلاق کہلاتا ہے۔ معاشرتی واجتماعی زندگی کے بنانے اور سنوارنے میں اخلاق کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اخلاق "خُلق" کی جمع ہے، لفظ خلق کا مفہوم امام راغب اصفہانی یوں بیان کرتے ہیں:

«خصّ الخلق بالهيئات و الأشكال و الصّور المدركة بالبصر، و خصّ الخلق بالقوى و السّجايا المدركة بالبصيرة»[1]

"خلق ہیئت و شکل انسانی کے ساتھ خاص ہے اور محاسن خلق کا مشاہدہ نگاہ کرتی ہے۔ اور خلق کا لفظ عادت اور خصلت کے مفہوم میں مستعمل ہوتا ہے اور محاسن خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے۔"

امام غزالیؒ خلق کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

"خلق نفس کی اس ہیئتِ راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال واعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں، ان کے کرنے کے لیے کسی سوچ بچار کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ افعال عقلاً و شرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ہیئت کو نیک اخلاق اور اگر برے اور قابل مذمت ہوں تو اس ہیئت کو خلق بد کہتے ہیں۔"[2]

امام جرجانی کے مطابق "خلق" کی تعریف یوں ہے کہ:

"خلق یا اخلاق نفس کی اس پختہ حالت کا نام ہے جس سے اچھے یا برے افعال بغیر کسی غور و فکر کے سرزد ہوں۔"[3]

کسی بھی مذہب کی عمارت جن چار ستونوں پر کھڑی رہتی ہے اس میں ایک اہم ستون اخلاقیات کا ہے۔ ہر مذہب کا بنیادی تعلق بنی نوع انسان سے ہوتا ہے اور اخلاقیات ہی وہ بنیادی اصول وضوابط فراہم کرتے ہیں جس کی وجہ ایک پر امن معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ہر مذہب کا پیروکار جب ان اخلاقی حدود و قیود کی خلاف ورزی کرتا ہے تو معاشرہ بگاڑ کا شکار ہوتا ہے بدامنی، بے سکونی، بے حیائی اور فتنہ وفساد ہر طرف پھیل جاتا ہے۔

تاریخ میں جتنے ادیان و مذاہب نے اپنے سفر کی شروعات کر کے انسانی معاشرہ میں اپنی موجودگی درج کرائی، اگر ہم پوری ایمانداری اور سنجیدگی کے ساتھ اُن کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہیں کہ عقائد وعبادات کے بعد ان تمام مذاہب میں جن تعلیمات پر بنیادی توجہ دی گئی ہے ان میں "اخلاقی تعلیمات" کا باب سب سے نمایاں اور اہم ہے۔ عملی زندگی میں چونکہ کسی بھی مذہب کا بنیادی مقصد صالح معاشرہ کی تعمیر و تشکیل ہوتا ہے اسی لیے تمام تر مذاہب کی تعلیمات میں اخلاق کو نمایاں جگہ ملی ہے۔ تاہم مذہب کے

دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی نبی کریم ﷺ کی بعثت وتعلیمات تکمیلی حیثیت رکھتی ہے خود نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے کہ:

«انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق»[4]

یہی حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اہل عرب کے اخلاقی حالات نے کروٹ بدلی اور ان کے اندر ایسا انقلاب رونما ہوا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ یہ اخلاق ہی کی بات تھی کہ جس نے عرب کے جاہل بدوؤں کو تہذیب وشرافت کا داعی وامین بنادیا۔ دین اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجہ اور مرتبہ کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

«إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا»[5]

"تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔

اسلام کا اخلاقی نظام مختلف دائروں میں تقسیم ہے اور اس کی ابتدا انسان کی انفرادی زندگی سے ہوتی ہے اور معاشرے کے ہر ایک فرد کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اخلاق وکردار کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر معاشرے کے خوش آئند مستقبل کو یقینی بنانے میں ذمہ دارنہ کردار ادا کرسکے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک صالح اور صحت مند معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس معاشرے کے افراد صالح نہ ہوں۔ افراد کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی معاشرے کی تعمیر کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسے ڈاکٹر احمد نعیمی ہندودھرم کی اخلاقی قدروں پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

> "قدیم ہندودھرم گرنتھوں کے مطابق اخلاقی تعلیمات انسانی زندگی کی کامیابی وخوشحالی کے لیے ایک بہترین ضابطہ و دستور ہے۔ اخلاقی قدریں انسانی زندگی میں بہترین تہذیب وطہارت کا کام کرتی ہیں۔ یہ صفات بد احوال، غلط افکار، گندے جذبات اور عیوب ونقائص کو دل سے نکال کران کی جگہ نیک صفات، عمدہ خصائص، عمدہ خیالات اور نیک جذبات کو داخل کرتی ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اخلاقی تعلیمات ہی انسانی زندگی کے مہذب طور طریقے اور انسان کی اخلاقی تصویر کی وضاحت ہے۔"[6]

ہندوؤں کے مقدس کتاب "منوسمرتی" کے مطابق بااخلاق انسان کو ہی مذہبی اعمال کا بہتر اجر حاصل ہوتا ہے مگر بداخلاق کو وید پڑھنے کا کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ ہندوازم میں ایک بااخلاق کے لیے مختلف اوصاف بیان کیے گیے ہیں رگ وید میں مذکور ہے کہ اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ صاف دل والے اہل علم کی صحبت اختیار کی جائے۔[7]

صداقت وحق گوئی

غیر مسلم معاشرہ میں مسلمانوں کی ایک امتیازی شان ان کی صداقت وحق گوئی کے وصف سے متصف ہونا ہے۔ کیونکہ سچ بولنا اعلیٰ انسانی صفات میں سے ہے اور اخلاق کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ جو لوگ ایمانداری اور سچائی کے ساتھ لین دین کرتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ :

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ»[8]

"سچا اور ایماندار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا"۔

اسی طرح صداقت و سچائی کو ہندودھرم میں بیان کردہ اخلاقی اقدار میں بھی اوّلین مقام حاصل ہے۔ رگ وید میں سچائی کی عظمت یوں بیان ہوئی ہے :

"اور عقلمند انسان بخوبی جانتے ہیں کہ سچ اور جھوٹ متصادم ہونے کی صورت میں سچ بات زیادہ آرام دہ ہے۔ عمدہ صفات والے انسان کی خدا حفاظت کرتا ہے اور جھوٹی بات کو بے کار کرتا ہے۔[9]

ادب واحترام

دینِ اسلام کی طرح ہندو مذہب بھی اپنے پیروکاروں کو بڑوں کے احترام کا درس دیتا ہے۔ بلکہ باقاعدہ بزرگوں کے احترام کے لیے مختلف اصول و قواعد وضع کیے ہیں۔ جیسے مقدس کتاب منوسمرتی میں مذکور ہیں کہ :

"روزانہ بڑوں کی خدمت اور سلام کرنے والے شخص کی عمر، تعلیم، نیکی اور طاقت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔"[10]

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو قابلِ احترام بنایا ہے اس لیے اسلامی معاشرہ میں ہر انسان پر دوسرے کی عزت و تکریم ضروری ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾[11]

"اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی ہے"۔

آپسی بھائی چارہ

ہندومت گرنتھوں کے مطابق سماجی رشتوں کی بنیاد باہمی بھائی چارے اور اتحاد میں ہے۔ سماج کو منظم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ افراد آپس میں متحد و متفق ہوں اور ان کے مابین محبت وہمدردی کی فضا استوار ہوں کیونکہ اس سے نہ صرف آپس میں ایک دوسرے کے دل ملتے ہیں جس سے سماج ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اتھروید میں درج ہیں کہ :

"آپس میں میل جول دوستی قائم کرو، آپس میں بول چال یا مذہب کی چرچا کرو خود کو نیک اور عمدہ اخلاق سے مزین کرو جیسے پہلے زمانے کے بزرگ لوگ اپنے فرائض کے حصّوں کو ہم خیال ہو کر آپس میں طے کر کے تقسیم کر لیتے تھے، ویسے تم بھی کرو۔"[12]

سورۃ الحجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[13]

"سب مومن بھائی بھائی ہیں۔"

اخوت و بھائی چارہ سے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»[14]

"بدگمانی سے بچتے رہو، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کے پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔"

سخاوت و فیاضی

قدیم ہندو دھرم کی اخلاقی قدروں میں محتاجوں، کمزوروں، غریبوں اور بے سہاروں کی مالی و جسمانی مدد کرنا بھی ایک اہم باب ہے۔ ہندو مت کتبِ مقدسہ میں بہت سی مقامات پر محتاج، کمزوروں اور ضرورت مندوں کی مدد پر ابھارا گیا ہے اور خود غرضی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسے اتھر وید میں مذکور ہیں کہ:

اے انسان! تم سو ہاتھ والے ہو کر مال حاصل کرو۔ اے انسان! تم ہزار ہاتھ والے ہو کر اس مال کو تقسیم کر دو۔ اس طرح تم اپنے کیے ہوئے اور آگے کرنے کے لائق کاموں کی خوشحالی کو ترقی دو۔[15]

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جن اعمال کو حُسنِ اخلاق کا حصّہ قرار دیا گیا ہے اس میں سخاوت اہمیت کا حامل ہے جس کے بارے میں ایک قدسی میں یوں ارشاد ہوا ہے کہ:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ»[16]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں سے) فرماتا ہے کہ تم (دوسروں پر) خرچ کرتے رہو، میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا"۔

رفق ونرمی

رفق کے معنی "کلام اور معاملات" وغیرہ میں نرمی اور سہولت سے کام لینے کے ہیں۔ انسانی معاشرہ کے امن وسکون اور خوشگوار ماحول کے ارتقاء میں نرم گفتاری اور شریں کلامی کا کتنا اہم کردار ہوتا ہے اس تعلق کو ہندو شاستروں میں بھی بخوبی واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح شیریں گفتگو سے آسانی سے دل کو جیتا جاسکتا ہے اتنی آسانی سے کسی اور طریقہ کار سے نہیں ہوتا۔ اسی حوالے سے رگ وید میں ایک دعا درج ہے کہ:

"اے ایشور! ہماری زندگی مٹھاس سے بھرپور ہو، آپ اپنے اثر سے پوری طرح ہماری زندگی کو مٹھاس سے بھرپور کردیں کیونکہ مٹھاس ہی پیار، لگاؤ، بھلائی اور سخاوت کی بنیاد ہے۔ اس سے ہر کام میں کشش ہوتی ہے۔"[17]

گوتم بدھ نرم گفتاری اور راست کی تلقین کرتا ہے، ان کے ہشت پہلو میں سے ایک ہے کہ نرم گفتاری، راست گوئی اور موقع محل کے مطابق موزوں کام کی بات کرنا صحیح قول کہلاتا ہے۔ جھوٹ غیبت، چغل خوری، فضول گوئی اور تلخ نوائی صحیح قول سے خارج ہیں۔[18]

ویسے تو رفق ونرمی ہر آدمی کے لیے زیور ہے لیکن یہ صفت ایک مبلغ کے لیے نہایت ضروری ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کو دین حق کی تبلیغ کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾[19]

"سو تم دونوں اس (فرعون) سے نرم بات کہنا شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔"

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[20]

"سو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تُو ان کے لیے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام، سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ»[21]

"جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔"

بغض وحسد کی ممانعت

دین اسلام میں جس طرح صریح انداز میں بغض وحسد سے اجتناب کرنے کی تاکید آئی ہے بالکل اسی طرح ہندومت کے مذہبی کتب میں بھی حسد وبغض کی برائی اور مذمت بیان کی گئی ہے۔اتھر وید کے ایک منتر میں یوں بیان ہوا ہے کہ:

"جس طرح زمین مردہ دل والی ہے، یامردہ دل سے بھی زیادہ مرے دل والی ہے جس طرح قریب الموت شخص کا ہوتا ہے،اسی طرح حسد کرنے والے کا بھی دل ہوتا ہے۔[22]

دوسری جگہ یوں مذکور ہے:

"بھائی بھائی سے حسد نہ کرے اور بہن بہن سے حسد نہ کرے۔ایک رائے ہو کر ایک ساتھ کام کرنے والے بنو، تہذیب کے ساتھ گفتگو کرو۔"[23]

حسد سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

«إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَب»[24]

"تم حسد کے مرض سے بچو، حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

عیب جوئی کی ممانعت

عیب جوئی ایک سماجی لعنت ہے جو انسانی زندگی کے امن وسکون کو تباہ کر دیتی ہے اور مختلف برائیوں کا سبب بنتا ہے۔ باقی مذاہب کی طرح ہندودھرم میں بھی اس کی ممانعت متعدد مواقع پر وارد ہوئی ہے۔ جیسے منوسمرتی کے ایک اشلوک میں بیان ہوا ہے کہ:

"تمام علامات سے عاری ہونے کے باوجود جو شخص بااخلاق اور عقیدت مند ہوتا ہے اور دوسروں کے عیوب کو نہیں بیان کرتا وہ سو سال جیتا ہے۔"[25]

سورۃ الحجرات میں غیبت کی ممانعت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾[26]

"اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔"

مولانا اعظم ندوی نے بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات کو اجمالی انداز میں یوں تحریر کیا ہے:

"بدھ مت کی آئین میں پانچ اخلاقی اصول اس طرح بیان کیے گیے ہیں: (۱) انسانیت، یعنی اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رحم وانصاف کرنا۔ (۲) عدالت اور ہر ایک کا حق ادا کرنا۔ (۳) مذہب کے مقرر کردہ قوانین کی اطاعت کرنا تاکہ سب کی بھلائی ہو اور قوانین کی نظر میں سب برابر ہیں۔ (۴) سچائی اور صحت عمل۔ (۵) صداقت اور حسنِ نیت۔"[27]

اس کے علاوہ اعلیٰ اخلاق و کردار کو یقینی بنانے کے لیے حصولِ علم کی اہمیت بہت توجہ دی گئی ہے۔ بدھ مذہب کی اخلاقی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے چار معزز صداقتیں، طریقِ ہشت گانہ اور احکام عشرہ کو سمجھنا نہایت اہم ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب رہے گا کہ بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات کی بنیاد ہی ان چیزوں پر ہے۔

دیگر مذاہب کی طرح جین مت کے کتب مقدسہ میں بھی اخلاقی تعلیمات نمایاں ملتے ہیں۔ جین مت میں اخلاقی تعلیمات کی ایک طویل فہرست ہے۔ جین مت کی تعلیمات کا جو بنیادی عُنصر ہے وہ انسان کو ہر طرح کی انفرادی و سماجی بُرائیوں سے رکنے پر مجبور کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی باریکی نے ہندوستانی مذاہب میں خاص طور پر "جین مت" کو شہرت عطا کی۔ عماد الحسن آزاد فاروقی نے جین مت کی اخلاقی تعلیمات اس انداز سے بیان کیے ہیں کہ جس سے اس مذہب کی اخلاقی تعلیمات کے نمایاں نقوش میں ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ عماد الحسن فاروقی لکھتے ہیں کہ:

"جین مت کی اخلاقی تعلیمات میں سب سے بنیادی اہمیت اُن پانچ ورتوں کی ہے جن پر ہر جینی (پیروکار) کو پوری زندگی عمل کرنے کا عہد کرنا پڑتا ہے۔اُن پانچ اصولوں میں سے چار تو بہت قدیم ہیں اور "جین مت" میں مہاویر سے پہلے رائج تھے،البتہ پانچویں بنیادی عہد "برہم چریہ (پاک بازی)" کا بھی الگ سے اضافہ کیا گیا تھا۔۔ جین مت کے پانچ بنیادی عہد یہ ہیں: (۱) اہنسا: عدم تشدد، (۲) ستیہ: راست گفتاری، (۳) استیہ: چوری نہ کرنا، (۴) برہم چریہ: پاک بازی، (۵) اپری گروہ: دنیا سے بے رغبتی۔"[28]

ان پانچ اصولوں کے ضمن میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جین مت اخلاقیات میں کس قدر حساس مذہب ہے۔ اس نے نہ صرف عدم تشدد کی راہ اختیار کرنے پر ابھارا بلکہ اس کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ خیالات، افکار اور اذہان میں بھی تشدد سے گریز کیا جائے، اسی طرح سچ بولنے کی تعلیم کے پس منظر یہ بات بھی ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی، غیبت، بہتان اور الزام تراشی سے پرہیز کیا جائے۔ چوری نہ کرنے کے حکم میں یہ بات بھی ہے کہ دھوکہ، بے حیائی اور ناجائز طریقے کو دولت کے حصول کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ پاکبازی سے مراد یہ کہ انسان نہ

صرف اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کرے بلکہ دوسروں کی پاکدامنی کا بھی اتنا ہی خیال وپاس رکھے۔اسی طرح دنیا سے بے رغبتی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے پاس مادی وسائل اسی قدر رکھے کہ جس کے سبب ضروریات زندگی کی تکمیل ہو۔

مذہب "سکھ مت" کے بانی کا عقیدہ توحید چونکہ اسلامی نظریہ توحید سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا اس لیے سکھ مت کی اخلاقی تعلیمات میں دین اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا عکس نمایاں ملتا ہے۔باقی مذاہب کی طرح گرونانک نے اپنے ماننے والوں کو ان سماجی برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ سکھ مت کے مذہبی کتاب گرو گرنتھ میں جو توحید کا نظریہ پیش کیا گیا ہے اور جس کے متعلق یہی تصوّر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے بابا گرونانک کو ودیعت کی گئی تھی کچھ یوں ہے:

"ایک اونکار(ایک خدا ہے)۔ست نام(اُس کا نام سچ ہے)۔کرتا پُرکھ(یعنی وہی فاعلِ مطلق ہے)۔نربھو(وہ بے خوف ہے)۔نرویر(اسکی کسی سے دشمنی نہیں)۔اکال مورتی(یعنی وہ ازلی وابدی ہے)۔اجوی(بے شکل و صورت ہے)۔سہ بھن(قائم بالذات ہے)۔گرپر سادی(خود اپنی توفیق ورضا سے حاصل ہوتا ہے)۔"[29]

سکھ ازم کی اخلاقی تعلیمات کا نچوڑ اس طویل نظم میں موجود ہے۔عماد الدین اس نظم کا ترجمہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"غور وفکر کے ذریعہ انسان خدا کو نہیں پاسکتا خواہ لاکھوں دفعہ سوچ بچار کرلے۔حرص کے بندے کی ہوس ختم نہیں ہوسکتی خواہ وہ دنیا کی قیمتی چیزوں کی ڈھیر لگالے۔انسان لاکھ ہوشیار ہو لیکن خدا کے دربار میں ایک کام نہیں آتا۔تقدیر کے لکھے پر مکمل راضی برضارہ کر،اے نانک(یہ ممکن ہے)خدا کے حکم سے ہی لوگ عزت اور ذلت پاتے ہیں،اس کے حکم سے دکھ یا سکھ ملتا ہے۔نانک اگر انسان تقدیر الٰہی کو پہچان لے تو کبھی انانیت نہ پھٹکے۔"[30]

علاوہ ازیں گرونانک نے انانیت کے ساتھ ساتھ دوسری نفسانی خرابیوں مثلاً"خواہشات،لالچ،دنیا کی محبت اور غصّہ "وغیرہ سے اجتناب کرنے کو بھی اپنی تعلیمات کا موضوع بنایا ہے۔کیونکہ ان کے نظریہ کے مطابق جب تک کوئی انسان اندرونی بیماریوں ختم نہیں کرے گا اس وقت تک عشق الٰہی کی راہ پر گامزن ہونا ممکن نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ بابا گرونانک کی تعلیمات میں "نیک لوگوں کی صحبت،خدمتِ خلق،حلال رزق کا حصول ،عاجزی وانکساری،خدا کی مخلوق سے ہمدری ومحبت "جیسے اعلیٰ اخلاقی صافات واضح طور پر ملتے ہیں۔[31]

مجموعی طور پر اگر ہندوستانی مذاہب میں ان اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنے کی بابت بحث کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہندوستانی مذاہب کے مذہبی پیشواؤں نے جن اخلاقی تعلیمات کے دائرے میں اپنے ماننے والوں کو آگے بڑھنے کی دعوت دی بیشتر مذاہب کے پیروکاروں نے بہت حد تک ان تعلیمات کو رد کر کے خود کو الگ کر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عام زندگی میں عجیب وغریب قسم کی بے اطمینانی کا نہ صرف ماحول قائم ہے بلکہ انسانی معاشرے میں آپس کے انتشار و ٹکراؤ کی صورتحال سے دوچار ہونے کے سبب معاشرتی زندگی میں غیر یقینی اور عدم اطمینان کا ماحول بنا رکھا ہے۔ان کی اخلاقی تعلیمات کی جڑیں اگرچہ کمزور ہیں لیکن ان ہندوستانی مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کو یکسر نظرانداز کرنا بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو ان مذاہب کی تعلیمات میں اخلاق کا پہلو شامل نہ ہوتا اور بہت پہلے ہی یہ مذاہب دم توڑ دیتے۔

خلاصہ کلام

ہر مذہب کی تعلیمات میں اخلاقی اقدار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے چونکہ اخلاقیات کا تعلق براہ راست بنی نوع انسانوں کی باہمی تعلقات پر ہوتا ہے اسی وجہ سے ہر مذہب میں اخلاقی اقدار انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ان مذاہب کے مابین اخلاقی تعلیمات میں تقریباً ہم آہنگی اور مماثلت پائی جاتی ہے۔دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں اگرچہ اُن کی بعض تعلیمات میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے مگر اس بات پر سب کا اتفاق ہیں کہ انسان کا اصل جوہر اُس کے اخلاق میں ہے۔اور اخلاق کی بنیاد "بنی نوع انسان" کے ساتھ حسنِ سلوک اور بہترین برتاؤ ہے۔اس لیے معاشی ترقی اور مادی تگ ودو کے اس دور میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت واہمیت ہے وہ انسان کی اخلاقی ترقی ہے۔ کیونکہ ایک پرامن معاشرے کی بقاء کا انحصار اخلاق کی عظمت پر ہے:

> "اخلاق در حقیقت ایک عالمگیر اور آفاقی اصول کا نام ہے۔اخلاق ہی ہے جس کے ذریعہ انسان کی اندرونی زندگی میں توازن اور اُس کی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔اخلاق ہی ہے جس کے ذریعہ آدمی کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔"[32]

حوالہ جات

[1] الاصفہانی،أبوالقاسم الحسین بن محمد (م:۵۰۲ھ)،المفردات فی غریب القرآن، تحقیق:صفوان عدنان الداودی،دار القلم،الدار الشامیۃ۔دمشق بیروت،۱۴۱۲ھ،ج۱،ص۲۹۷۔

[2] الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد، احیاء العلوم الدین، مصر ۱۹۳۹ء، ج۳، ص ۵۲۔

[3] الجرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی۔ بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء، ص۸۷، ۸٦۔

[4] بیہقی، احمد بن حسین، الامام، شعب الایمان، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت لبنان، ۱۹۹۰ء، ج٦، ص ۲۳۱۔

[5] بخاری، أبو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، تحقیق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، باب صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث: ۳۵۵۹، ج۴، ص۱۸۹۔

[6] نعیمی، احمد (ڈاکٹر)، اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ، ج۱، ص ۲۴۷۔

[7] رگ وید۔ منڈل ۵، سکت ۵۱، منتر ۵۱۔

[8] ترمذی، أبو عیسیٰ، محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسیٰ (م: ۲۷۹ھ)، سنن الترمذی، تحقیق و تعلیق: احمد شاکر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵ء، رقم الحدیث ۱۲۰۹، ج۳، ص ۵۰۷۔

[9] نفس مصدر، منڈل ۷، سکت ۱۰۴، منتر ۱۲۔

[10] منوسمرتی۔ ادھیائے ۲، اشلوک ۱۲۱۔

[11] بنی اسرائیل: ۷۰۔

[12] شاستری، حنیف (ڈاکٹر)، ویدک ساہتیہ، مانو کرتو، شائستہ پرکاش، ۲۰۰۲ء، ص۱۹۷۔

[13] الحجرات: ۱۰۔

[14] بخاری، أبو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث ٦٠٦۴، ج۸، ص۱۹۔

[15] اتھروید۔ منڈل ۳، سکت ۲۴، منتر ۵۔

[16] بخاری، أبو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴٦۸۴، ج٦، ص ۷۳۔

[17] رگ وید، منڈل ۳، سکت ۲۴، منتر ٦۔

[18] رانا، محمد اکرم (پروفیسر، ڈاکٹر)، بین الاقوامی مذاہب، پورب اکادمی، اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۹ء، ص۷۵

[19] طہٰ: ۴۴۔

[20] آل عمران: ۱۵۹۔

[21] النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری (م: ۲٦۱ھ)، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، س ن، رقم الحدیث ۷۵، ج۴، ص ۲۰۰۳۔

[22] اتھروید، منڈل ٦، سکت ۱۸، منتر ۲۔

[23] نفس مصدر، منڈل ۳، سکت ۳۰، منتر ۳۔

[24] السجستانی، أبو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق (م: ۲۷۵ھ)، سنن أبی داؤد، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا۔ بیروت، س ن، رقم الحدیث ۴۹۰۳، ج۴، ص ۲۷٦۔

[25] منوسمرتی، ادھیائے ۴، منتر ۱۵۷۔

[26] الحجرات: ۱۲۔

[27] ندوی، اعظم، ماہنامہ ترجمانِ دیوبند، ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۲۵۔

[28] فاروقی، عمادالحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پٹوری ہاؤس، دریا گنج نئی دہلی، دسمبر ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۶۔

[29] Singh,Gupal. Dr,Guru Granth (English version),Dehli 1996,P#5.

[30] فاروقی، عمادالحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، ص ۲۱۰، ۲۰۹۔

[31] نفس مصدر، ص ۲۱۳، ۲۱۲۔

[32] اشرف، ندیم، غیر مسلم معاشرہ میں مسلمانوں کی دینی واخلاقی ذمہ داریاں، مشکوٰۃ پرنٹرز علی گڑھ، ۲۰۱۴ء، ص ۲۰۳۔